حکیم سنائیؔ

مترجم

جناب انعام اللہ خاں صاحب ناصرؔ
(ایڈیٹر روزنامہ الجمعیۃ دہلی)

ایک ہفتہ کے بعد اپنے بھائیوں کی عزاداری میں مشغول ہوگیا اور ان کی نعشیں تابوتوں میں رکھ کر غزنی کو روانہ کر دیں۔ اور عہد محمود کی تمام تعمیرات کو جو دنیا میں اپنا جواب نہ رکھتی تھیں تباہ کر دیا اور جب فیروزکوہ میں پہنچا تو بھائیوں کے انتقام کے جذبے کی تسکین ہو چکی تھی۔

یہ قطعہ لکھ کر مطربوں کو دیا کہ ساز کے ساتھ گائیں اور خود عیش و نشاط میں مشغول ہوگیا۔

آنم کہ ہست فخر ز عدلم زمانہ را آنم کہ ہست جور ز بذلم خزانہ را

میں وہ ہوں کہ میرے انصاف سے زمانہ کو فخر ہے میری بخشش خزانہ کے حق میں ستم ہے

انگشت دست خویش بدنداں کند عدو چوں برزہ کماں نہم انگشت وانہ را

دشمن اپنی انگلیاں دانتوں سے کاٹتے ہیں جب میں کمان کھینچتا ہوں

بہرام شاہ بکینۂ من چوں کماں کشید کندم بہ کینہ از کمر او کنانہ را

بہرام شاہ نے جب مجھ سے لڑنے کو کمان کھینچی تو میں نے اس کی کمر سے ترکش اڑا لیا

کیں تو ضتن بتیغ در آموختم کنوں شاہان روزگار و ملوک زمانہ را

اب میں نے شاہان روزگار کو تلوار سے انتقام لینے کا سبق دے دیا ہے

دولت چو برکشید نشاید فرو گذاشت قول مغنی و مے صاف مغانہ را

جب دولت حاصل ہوگئی تو مغنی کے نغمے اور شراب فروشوں کی صاف شراب کو ترک نہیں کیا گیا۔

بہرام شاہ کی وفات کے متعلق اختلاف ہے حمد اللہ مستوفی تاریخ گذیدہ میں لکھتا ہے کہ بہرام شاہ

جہاں سوز کے پہنچنے سے پہلے ۵۴۴ھ میں وفات پا چکا تھا۔ ابن اثیر لکھتا ہے کہ بہرام شاہ نے مقابلہ غوری کی تاب نہ لاکر راہِ فرار اختیار کی اور ۵۴۷ھ میں وفات پائی اس کے نزدیک غزنی کا قتلِ عام ۵۵۰ھ میں واقع ہوا۔ فرشتے نے بھی لکھا ہے کہ بہرام شاہ نے ۵۴۷ھ میں وفات پائی۔

سنائی کے معاصر شعرا | مختاری غزنوی۔ سنائی کے معاصر شعرا میں سے ایک مختاری ہے اس کا نام سراج الدین محمد عثمان ابن محمد تھا۔ آذر آتش کدہ میں اور ہدایت مجمع الفصحا میں رقم طراز ہے کہ مختاری پہلے عثمان تخلص کرتا تھا اس کا مولد اور وطن غزنی تھا۔ ایک قول کے مطابق ۵۴۴ھ اور دوسرے قول کے مطابق ۵۵۴ھ میں وفات پائی، مؤلف تذکرہ حسینی لکھتے ہیں کہ مختاری حکیم سنائی کا استاد تھا لیکن یہ درست نہیں اس وجہ سے کہ سنائی نے اپنے اشعار میں مختاری کی مدح کرتے ہوئے اس کو جوان بتایا ہے اور اپنے کو شعر میں اس کا نظیر سمجھا ہے البتہ مختاری اور سنائی کے درمیان رابطہ مؤدت موجود تھا اور ایک دوسرے کی تعریف کرتا تھا۔

ہدایت کا بیان ہے کہ مختاری کے اشعار کی تعداد ۶ ہزار کے قریب ہے۔ قصائد کے علاوہ مختاری نے شہریار نامہ کے نام سے ایک مثنوی بھی لکھی تھی صاحب آثر الکرام نے اس سے گیارہ اشعار اپنی کتاب میں نقل کئے ہیں۔ اس مثنوی میں شہریار بن برزو پسر سہراب کے حالات بیان کئے گئے ہیں مختاری نے تین سال کی محنت میں اس مثنوی کو سلطان مسعود بن ابراہیم غزنوی کے نام پر تالیف کیا۔ چنانچہ لکھتا ہے۔

سنائی نے ۴۰ اشعار کے ایک قصیدہ میں مختاری کی تعریف کی ہے

آنچہ فکرت ہمی از عقل تو یابد گہ نظم به ہمہ عمر نیابد صدف از ابر مطیر

شعر کہتے وقت تیرا فکر جو کچھ تیری عقل سے حاصل کرتا ہے وہ صدف برسنے والے بادل سے عمر بھر حاصل نہیں کر سکتی

دہر در شعر نظیرم ندانست ولیک چوں ترا دید در ایں شغل مرا دید نظیر

فن شعر میں میری نظیر نہ تھی لیکن زمانہ نے جب تجھے شعر کہتے دیکھا تو میری نظیر دیکھ لی

سید حسن غزنوی | سنائی کے معاصر شعرا میں سے ایک سید شرف الدین حسن بن محمد ناصر حسینی سے ہے

سید حسن غزنی کے ایک مشہور خاندان کا چشم و چراغ اور اس کشور کے مشہور شعرا میں سے تھا اس نے شاہان غزنوی کی مدح میں بھی قصائد لکھے اور سلجوقیوں کی تعریف بھی کی اس کا سال وفات معلوم نہیں ہوا بہرحال اس نے غزنی پر غوریوں کا تسلط دیکھا تھا

مؤلف آتش کدہ و مجمع الفصحاء رقمطراز ہیں کہ سید کے ساتھ عوام کو بے حد ارادت تھی بہرام شاہ اس سے خوف زدہ ہو گیا اور ایک غلام کو دو تلواریں دے کر اس کے پاس بھیجا سید حسن مرد سخن فہم تھا سلطان کا مطلب سمجھ گیا اور غزنی سے جلد بعزم حج چلا گیا، حج سے واپس آنے کے بعد جوین کے قریب وفات پائی اس کی نعش غزنی میں دفن کی گئی۔ سال وفات ۵۶۵ھ تھا سید حسن کا مزار غزنی کے باہر عام سڑک کے قریب واقع ہے اعلیٰ حضرت امیر حبیب اللہ شہید کے عہد میں اس کے گنبد کی مرمت کرائی گئی۔ سید اپنے زمانہ کے مقتدر شعرا میں تھا اور حکیم سنائی سے اس کی خط و کتابت تھی سید حسن نے اپنے ایک قصیدہ میں اظہار مباہات کیا ہے۔ یہ قصیدہ فارسی کے مشہور قصائد میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کا مطلع یہ ہے۔

داند جہاں کہ قرۃ عین پیمبرم   شایستہ میوۂ دل زہرا و حیدرم

دنیا جانتی ہے کہ میں پیغمبر کا نور چشم ہوں اور زہرا اور حیدر کے دل کا خوبصورت میوہ ہوں

سنائی کارنامہ بلخ میں سید حسن کی تعریف کرتے ہیں

شاخ دیگر جمال دیں حسنی   آں چو نام خود از نکو سخنی

سید خوب روی و پاکیزہ   سخنش ہم چو غیب دوشیزہ

قوت نظم و نثرش از نسب است   زانکہ از شاخ افصح العرب است

محمد بن ناصر علوی غزنوی | سنائی کے معاصر شعراء میں سے ایک محمد بن ناصر علوی ہے۔ عوفی اس کو السید الاجل جمال الدین اکمل الشعرا محمد ابن ناصر علوی لکھتا ہے اور اس کو سید حسن غزنوی کا بڑا بھائی بتاتا ہے مؤلف مجمع الفصحاء رقم طراز ہے کہ محمد بن ناصر دربار بہرام شاہ میں بڑی عزت رکھتا تھا۔ حکیم سنائی نے کارنامہ بلخ میں اس کو "دُرے از بحر مواج توحید اور شاخ ز باغ تائید" لکھا ہے۔ فرماتے ہیں

شرف الدین محمد ناصر — عقل از و کند و وہم از و قاصر
فکرتش مایۂ یمانی ذکر — خاطرش قبلۂ معانی ذکر
دُرے از موج بحر توحید است — شاخ از نخل باغ تائید است
خط او اصل ظلمت و نور است — شعر او عقد گردن حور است

حکیم سنائی نے ایک قصیدہ لکھا ہے جس کا قافیہ سکندر اور گوہر اور ردیف آتش و آب ہے اس میں بھی محمد بن ناصر علوی کی تعریف کرتے ہیں

سر محامد سید محمد آنکہ شدہ است — بلند ہمت و نطقش بگوہر آتش و آب
میان طبع تو در طبع ما است در نظم — کنایت است دراں شعر داور آتش و آب

اس قصیدہ میں حکیم صاحب اپنے ممدوح کی روانی طبع اور جولانی فکر کی تعریف کے ساتھ اس کے بذل و بخشش اور لطف و عدل کی مدح بھی کرتے ہیں۔

عمادی شہریاری | سنائی کے معاصر شعرا میں سے ایک عمادی شہریاری ہے اس کے متعلق تذکرہ نگاروں میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ عماد الدین غزنوی اور عمادی شہریاری دونوں ایک ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ عماد الدین غزنوی ایک اور شاعر تھا بعض کے نزدیک عمادی کا مولد غزنی ہے اور یہ بخارا کا فرزند تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ موضع شہریاری کا باشندہ تھا بہرحال عمادی نے سیف الدین عماد الدولہ فرامرز شہریار مازندراں اور سلطان طغرل ابن محمد سلجوقی معروف بہ طغرل دوم کی مدح کی ہے اور عراق میں اس کے ساتھ رہتا تھا شعرا میں سے انوری اور حسن غزنوی کی تعریف کی ہے عمادی حکیم سنائی سے نسبتِ شاگردی رکھتا تھا اور ان کے ارادتمندوں میں شمار کیا جاتا تھا۔

تقی الدین رقمطراز ہے کہ عمادی مدتوں بلخ میں مقیم رہا اور حکیم سنائی سے تصوف حاصل کیا عمادی کا سالِ وفات صحیح طور سے معلوم نہیں ہو سکا تقی الدین اپنے تذکرہ میں لکھتا ہے کہ ۵۷۳ھ میں وفات پائی۔ عمادی معانی کی نزاکت اور الفاظ کی سلاست کے اعتبار سے اپنے عہد کے مشہور شعرا میں شمار ہوتا تھا اور اکثر جلیل القدر شعرا نے اس کے کلام کی حلاوت کا اعتراف کیا ہے۔ عمادی

یہ حال وکمال سنائی نے حاصل ہوا اس کے اشعار کی تعداد ۶ ہزار کے قریب ہے۔

ابوحنیفہ اسکانی غزنوی | ابوحنیفہ اسکانی غزنی کا باشندہ تھا ۴۵۱ھ میں شاعری شروع کی اس وقت سلطان ابراہیم بن مسعود بن محمود غزنوی تخت سلطنت پر متمکن تھا۔ ابوالفضل بیہقی نے اپنی تاریخ میں اس کی تعریف کی ہے اور متعدد مقامات میں اس کی دانش وحکمت کا ذکر کیا ہے بیہقی لکھتا ہے کہ ابوحنیفہ اس زمانہ کے مقتدر شعرا میں ہے۔ اور لوگوں کو علم وادب کا درس دیتا ہے بیہقی نے ابوحنیفہ کے چار قصائد اپنی کتاب میں نقل کئے ہیں جیسا کہ اسکانی کے قصائد سے معلوم ہوتا ہے ۴۵۱ھ کے قریب وہ جوان تھا چنانچہ کہتا ہے

ازانکہ ہستم از غزنی وجوانم نیز   نمی نہ بینم مر علم خویش را بازار

ابوحنیفہ کی تاریخ وفات یقین کے ساتھ معلوم نہیں ہوسکی بہر حال یہ بات یقینی ہے کہ اس نے سلطان مسعود بن ابراہیم کا عہد دیکھا اس لئے کہ سنائی نے کارنامہ بلخ میں اس کی تعریف کی ہے اور کارنامہ مسعود بن ابراہیم کے عہد میں لکھا گیا ہے اور سلطان مسعود نے بقول ابن اثیر شوال ۵۰۸ھ میں اور بقول منہاج سراج ۵۰۹ھ میں وفات پائی

سنائی کارنامہ بلخ میں ابوحنیفہ کا ذکر کرتے ہوئے اس کو چاکر سید الشعرا کہتے ہیں ممکن ہے سید الشعرا سے سید حسن یا اس کا بھائی سید محمد مراد ہو لیکن سنائی نے کارنامہ بلخ میں اسکانی کا ذکر تعریف کے ساتھ نہیں کیا، لکھتے ہیں

وزپس بوحنیفہ اسکانی   کہ بر اشراف دارد اسرانی
چاکر صدر سید الشعرا   کہ بران چاکریست خانہ ما
نیک مردست لیک بدخوی است   از بروں زر، از اندروں رویست

سوزنی سمرقندی | سنائی کے معاصر شعرا میں ایک سوزنی سمرقندی ہے اس کا نام محمد تھا، رباب کا نام ایک قول کے مطابق علی اور دوسرے قول کے مطابق مسعود تھا سوزنی سمرقندی اپنے عہد کے مشہور شعرا میں شمار ہوتا ہے سوزنی اوائل میں ہزل اور ہجو لکھا کرتا تھا لیکن آخر میں اس سے تائب ہو گیا

صاحب مجمع الفصحا رقم طراز ہے کہ آخر میں حضرت حکیم سنائی سے بیعت کرکے تائب ہوگیا۔ مولف سخن وسخنوراں قول ہدایت کی تردید کرتے ہوئے رقم طراز ہے کہ اگر یہ دعویٰ صحیح ہوتا تو سوزنی کے کلام میں کم ازکم اشارتاً اس کا کچھ ذکر پایا جاتا حالانکہ ہجویات میں حکیم سنائی کا نام کہیں کہیں نظر آتا ہے۔

سوزنی نے بروایت تقی الدین ۵۶۹ھ میں اور بقول دولت شاہ ۵۶۲ھ میں وفات پائی۔

عبدالواسع جبلی غرشتانی | سنائی کے معاصر شعرا میں ایک عبدالواسع جبلی ہے بعض اس کو بدایع الزماں بھی کہتے ہیں۔ غرشتان اس ولایت کا نام ہے جو مغرب میں ہرات مشرق میں غور جنوب میں غزنی اور شمال میں مرو سے محدود ہے۔ حال کے ہزارہ جات میں اس وقت کے غرشستان کے مرکزی حصے شامل ہیں۔

یاقوت معجم البلدان میں رقم طراز ہے کہ غرشستان ایک وسیع علاقہ ہے اس میں بہت بستیاں واقع ہیں۔ غرشستان کا بادشاہ بشیر میں رہتا ہے۔ یاقوت بحوالہ اصطخری رقم طراز ہے کہ غرشستان میں دو بڑے شہر ہیں ایک کا نام بشیر ہے دوسرے کو سورمین کہتے ہیں یہ دونوں شہر متصل واقع ہیں اور پایہ تخت ایک اور مقام میں ہے جس کا نام بلیکان ہے۔

شاربائے غرشستان سے بادشاہوں کا وہ سلسلہ مراد ہے جس نے ولایت غرشستان میں حکمرانی کی اہل تاریخ ان کو شار کہتے ہیں۔

تاریخ یمینی میں مذکور ہے کہ شاربائے غرشستان کی اقامت گاہ شہر افشین میں تھی محمود غزنوی نے شاربائے غرشستان کے سلسلہ کو توڑ دیا۔ شاربائے غرشستان میں ابونصر معروف ہے جو ۴۰۶ھ تک بقید حیات تھا آخر عمر میں مسند شاری پر اپنے فرزند کو بٹھا کر خود فرماں روائی سے کنارہ کیا اور علم معرفت کے حصول میں مصروف ہوگیا۔ ابونصر کے فرزند نے ہندوستان کے ایک غزوہ میں سلطان محمود کو مدد دینے سے انکار کر دیا۔ سلطان نے اس کو شاری سے برطرف کر دیا اور اس خاندان کی امارت کا سلسلہ منقطع ہوگیا ابونصر کو ہرات میں نظر بند کر دیا گیا جہاں اس نے ۴۰۶ھ میں وفات پائی۔ چونکہ عبدالواسع جبلی نے غرشستان کے بلند کوہستان میں پرورش پائی تھی اس لئے جبلی تخلص کیا۔ عبدالواسع صنائع لفظی

کا امام سمجھا جاتا ہے جبلی نے خاندان غزنوی میں بہرام شاہ اور سلجوقی میں سنجر کی مدح کی مورخین نے اس کا سال وفات ۵۵۴ھ لکھا ہے

ادیب صابر | سنائی کے معاصر شعرا میں ایک شہاب الدین ادیب صابر بن ادیب اسمٰعیل ترمذی ہے ادیب صابر کا وطن ترمذ ہے بلخ اور خوارزم میں بھی سکونت اختیار کی ہے سلطان سنجر کی تعریف میں قصائد لکھے ہیں بعض کہتے ہیں کہ سنجر نے اس کو اپنا بھائی بنا لیا تھا۔ ۵۴۶ھ میں وفات پائی۔ بیان کرتے ہیں کہ سنجر نے ادیب کو اتسز کے پاس مخبری کے لئے بھیجا تھا اس اثنا میں اتسز نے دو اشخاص کو پوشیدہ طور سے مرد بھیجا تھا کہ سنجر کو قتل کر دیں۔ ادیب نے یہ تمام حال سنجر کو لکھ دیا سنجر نے اتسز کے فرستادہ اشخاص کو گرفتار کر کے قتل کر دیا اتسز کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو اس نے ان دو اشخاص کے انتقام میں ادیب کو پکڑ کر جیحوں میں غرق کر دیا۔

شاہ ابورجائی غزنوی | حکیم سنائی کے معاصر شعرا میں ایک شاہ ابورجائی غزنوی ہے محمد عوفی صاحب لباب الالباب اس کو جلیل القدر شعرا میں شمار کرتا ہے۔ شاہ ابورجائی بہرام شاہ کا مداح تھا ۵۹۰ھ میں بقید حیات تھا غوریوں کا زمانہ بھی دیکھا۔

معزی | سنائی کے عہد میں دو اشخاص نے معزی کے تخلص سے شعر کہے تھے ایک معزی غزنوی اس کا نام سدید الدین تھا اور سراج الدولہ خسرو ملک کی مداحی کرتا تھا۔ محمد عوفی اس کی حلاوت طبع اور بلندی شعر کا معترف ہے اور اس کے دیوان کو رشک ارتنگ مانی قرار دیتا ہے۔ اس کے سوا اس معزی کے حالات کی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی۔

دوسرا امیر معزی جس کا نام اور لقب بقول محمد عوفی عبد اللہ محمد بن عبد الملک برہانی تھا ہماری مراد یہاں اسی امیر معزی سے ہے بعض نے اس کا مولد نیشاپور بتایا ہے اور بعض نے سمرقند۔ امیر معزی اپنے عہد کے مقتدر شعرا اور ائمہ ادب میں شمار کیا جاتا تھا امیر معزی نے بہرام شاہ کی مدح کی ہے اور خوارزمیوں اور سلجوقیوں کی تعریف میں بھی قصائد لکھے ہیں شاعری میں دربار محمودی کے ملک الشعراء عنصری بلخی کی پیروی کی ہے معزی کی وفات بقول اصح ۵۴۲ھ میں ہوئی اکثر روایات سے معلوم

ہوتا ہے کہ امیر معزی سنجر کی شکاری کمان کے تیر سے مجروح ہو گیا تھا دو سال تک زخم کا علاج کرتا رہا۔ علاج سے زخم بھر چلا تھا لیکن چند روز بعد پھر بگڑ گیا اور یہی اس کی موت کا سبب تھا سنائی اور معزی کے درمیان دوستانہ روابط تھے سنائی نے معزی کی وفات کے بعد مرثیہ لکھا۔

مسعود سعد سلمان | سنائی کے معاصر شعرا میں ایک مسعود بن سعد بن سلمان ہے اس کا مولد لاہور ہے مسعود ان شعرائے نامور و مقتدر میں سے ہے جن کی تربیت غزنی کے معارف پرور سلاطین کے سایہ میں ہوئی۔ مسعود شعر و شاعری میں درجۂ استادی کو پہنچا اس نے سلاطین غزنوی میں سے پانچ بادشاہوں کی مدح کی جن کے نام یہ ہیں سلطان ابراہیم بن مسعود۔ سلطان مسعود بن ابراہیم شیرزاد بن مسعود۔ ابو الملوک ارسلان بن مسعود۔ بہرام شاہ ان بادشاہوں کے علاوہ مسعود نے سیف الدولہ ابو القاسم محمود بن ابراہیم کی بھی مدح کی ہے اور اس کا اکثر مدحیہ کلام اسی شاہزادہ کی تعریف میں ہے لیکن افسوس ہے کہ اس شاعر کی عمر کا بڑا حصہ قید و بند میں گذرا قید خانہ کی فصیل نے مسعود کے دفتر شاعری کو طومار ماتم بنا دیا اس کی عمر کے پندرہ سال قید خانہ کے تنگ و تاریک گوشہ میں بسر ہوئے۔ دس سال قلعہ سو، دھک میں تین سال حصار نائے میں اور آٹھ یا ۹ سال حصار مرنج میں مقید رہا۔

تفصیل اس واقعہ کی یہ ہے کہ سیف الدولہ اپنے باپ کی طرف سے حکومت ہند پر مامور کیا گیا تھا مسعود سعد سلمان بھی اس کے ملازمان خاص میں شامل ہو گیا ۴۸۰ھ میں سلطان ابراہیم نے بدگمان ہو کر اپنے فرزند کو اس کے ندیموں سمیت گرفتار کر کے نظر بند کر دیا ان ہی ندیموں میں مسعود سعد سلمان بھی شامل تھا آخرکار سلطان ابراہیم کے ایک ندیم ابو القاسم نے سفارش کر کے مسعود کو قید خانہ سے رہا کرایا اس اثنا میں سلطان ابراہیم نے وفات پائی۔ سلطان مسعود نے تخت سلطنت پر جلوس فرمایا۔ ہندوستان کی حکومت اپنے فرزند امین اللہ شیرزاد کو تفویض کی ابو نصر عبد اللہ فارسی کو اس کی پیش کاری اور ہندوستان کی سپہ سالاری پر مقرر کیا ابو نصر اور مسعود سعد سلمان کے درمیان دیرینہ محبت تھی۔ اس نے مسعود کو حکومت جالندھر پر مقرر کر دیا لیکن چند

ہی روز بعد ابو نصر معتوب ہوگیا اور مسعود کو پھر آٹھ یا نو سال تک حصار مرنج کے زنداں میں رہنا پڑا۔

لیکن یہ امر موجب تعجب ہے کہ قید خانہ کی روح فرسا تکلیفوں نے مسعود کی شاعری کی روح کو فنا اور اس کے جذبۂ حریت کو مغلوب نہیں کیا بلکہ اس کے اشعار میں جان ڈال دی اور اس کے نالوں کو زیادہ دل گداز اور سوزناک بنادیا۔ حکیم سنائی کو مسعود سعد سلمان سے دلی محبت تھی۔ اس کے دیوان کو جمع کیا اور اس طرح شاعر نامور کی بڑی مدد کی۔ گویا مسعود کے یتیم بچوں کو دربدر پریشان ہونے سے بچالیا، کہتے ہیں کہ جب سنائی نے مسعود کے دیوان کو جمع کیا تو سہواً دوسرے شعرا کا بھی کچھ کلام اس میں درج ہوگیا۔

ثقۃ الملک طاہر بن علی نے سنائی کو اس سہو سے آگاہ کیا تو حکیم نے معذرت کے طور پر ایک طویل قطعہ لکھ کر مسعود سعد کو بھیجا جس میں لکھا کہ مجھے کیا معلوم تھا کہ شاعروں نے تیرے نام سے شہرت کے لئے اپنے اشعار منسوب کر دئے ہیں۔

حکیم سنائی کی وفات حکیم سنائی کے سال وفات میں تذکرہ نویسوں کے درمیان اختلاف ہے۔ جامی نے نفحات میں سنائی کا سال وفات ۵۲۵ھ تحریر کیا ہے، دولت شاہ سمرقندی نے اپنے تذکرہ اور شمس الدین نے قاموس الاعلام میں ۵۷۶ھ لکھا ہے۔ صاحب مجمع الفصحا ۵۹۰ھ بتاتے ہیں۔ مولف سفینۃ الاولیاء دارا شکوہ و مؤلف خزینۃ الاصفیا ۵۲۵ھ قرار دیتے ہیں مولف ریاض العارفین کے نزدیک سنائی کا سال وفات ۵۴۶ھ ہے، حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں ۵۲۹ھ لکھا ہے امین احمد رازی کی تحقیق ہے کہ سنائی نے بقول اصح ۵۲۵ھ میں جہانِ فانی سے رحلت کی۔ حمد اللہ مستوفی رقم طراز ہے کہ حکیم سنائی زمان سلطنت بہرام شاہ (۵۱۱ھ۔ ۵۴۵ھ) تک بقید حیات تھے۔ مؤلف تاریخ فرشتہ لکھتا ہے کہ سنائی بہرام شاہ کے معاصر تھے اور کتاب حدیقہ انھوں نے ۵۲۹ھ میں تمام کی تقی الدین کاشی نے سنائی کا سال وفات ۵۲۵ھ ٹھہرایا ہے۔

ہمارے زمانہ کے مورخین نے تحقیق کے بعد اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ حکیم سنائی نے ۵۲۵ھ میں وفات پائی۔ حکیم سنائی کی لوح مزار پر سال وفات ۵۲۵ھ کندہ ہے، حقیقت یہ ہے کہ سنائی

نے ۵۲۰ھ سے پہلے رحلت نہیں کی تھی۔ انھوں نے اپنی کتاب طریق التحقیق ۵۲۸ھ میں مکمل کی ہے چنانچہ اس کتاب کے آخر میں لکھتے ہیں

پانصد و بست و ہشت آخر سال — بود کیں نظم آخر یافت کمال

۵۳۰ھ تک سنائی کا بقید حیات ہونا اس سے بھی ثابت ہے کہ انھوں نے امیر معزی کا مرثیہ لکھا اور تمام تاریخ نویس اس امر پر متفق ہیں کہ امیر معزی نے ۵۴۵ھ میں وفات پائی۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ حکیم سنائی ۵۴۲ھ تک زندہ تھے، دولت شاہ سمرقندی حکیم کی وفات ۵۴۶ھ میں بتاتا ہے لیکن اسے غلط فہمی ہوئی ہے اس لئے کہ سنائی ۵۴۶ھ تک بقید حیات تھے تو غزنی کے قتل عام سے محفوظ نہ رہتے اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ علاء الدین جہاں سوزان کا احترام کرتا تھا تو کم از کم ان کے کلام میں عزیز وطن کی اس بربادی اور اپنے محبوب مولد کی تباہی کے متعلق ضرور کوئی ذکر موجود ہوتا اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ سنائی ۵۴۶ھ میں بقید حیات نہ تھے تو مؤلف مجمع الفصحا کا یہ قول صحت سے بہت بعید ہے کہ سنائی نے ۵۵۱ھ میں وفات پائی۔

اب رہا لوحِ مزار کا مسئلہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب دارا شکوہ غزنی آیا تو اسی لوحِ مزار کو دیکھ کر سنائی کا سالِ وفات معلوم کیا اور صاحب خزینۃ الاولیاء نے اس کو صحیح سمجھ کر اپنے تذکرہ میں درج کر دیا لیکن افسوس یہ سنگِ مزار سنائی کے سال وفات کا عقدہ حل نہیں کرتا۔ اس وجہ سے یہ پتھر حکیم صاحب کی وفات کے ایک مدت بعد نصب کیا گیا ہے۔

میں کئی بار اس مزار کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں اور سنگ مزار کو بنور دیکھا ہے یہ پتھر دو ٹکڑوں سے مرکب ہے۔ چھوٹا ٹکڑا عمودی صورت میں قبر پر نصب ہے، اس کے نقش و نگار اور رسم الخط ان الواح سے ملتے جلتے ہیں جو سنائی کے زمانہ میں لکھی گئیں لیکن اس ٹکڑے پر سنائی کا سالِ وفات کندہ نہیں صرف یہ لکھا ہوا ہے

"ھذا قبر الفقیر الی رحمۃ اللہ مجدود آسنائی غفر اللہ لہ"

دوسرے پتھر پر جو قبر پر بچھا ہوا ہے سنائی کا سال وفات کندہ ہے اس کی وضع قطع سے

معلوم ہوتا ہے کہ سنائی کی وفات کے مدتوں بعد نصب کیا گیا ہے۔ اس کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا اول اس وجہ سے اس کا رسم الخط اس عہد کی الواحِ مزارات سے بالکل مختلف ہے، دوسرے اس وجہ سے کہ اس کا رسم الخط ہمارے زمانہ کے رسم الخط سے ملتا جلتا ہے تیسرے یہ کہ اس پتھر پر گلستان سعدی کا مشہور شعر بلغ العلیٰ بکمالہ کندہ ہے سعدی اور سنائی کے عہد کے درمیان ۱۴۶ سال کا فرق ہے یعنی سعدی نے سنائی سے ۱۴۶ سال بعد وفات پائی۔ ہمارے زمانہ کے مورخین متفق ہیں کہ سنائی نے ۵۴۵ھ میں وفات پائی ممکن ہے یہ قیاس صحیح ہو لیکن ایک بات شبہ پیدا کرتی ہے اور وہ یہ اگر سنائی ۵۴۵ھ تک بقیدِ حیات ہوتے تو کرمان میں بہرام شاہ کی شکست، غزنی میں سیف الدولہ غوری کی تخت نشینی (۵۴۳ھ) بہرام شاہ کا حملہ اور سیف الدولہ کا قتل ان واقعات کا ضرور کچھ ذکر کرتے۔ بہرام شاہ سنائی کا ممدوح تھا اور اس حد تک حکیم صاحب کا احترام کرتا تھا کہ حکیم صاحب نے اپنے شاہکار حدیقۃ الحقیقت کو اس کے نام سے تالیف کیا۔

سنائی کا مزار | حکیم سنائی کا مزار غزنی کے گوشۂ شمال مغربی میں اس سڑک کے قریب واقع ہے جو غزنی سے کابل جاتی ہے، لوگ نزدیک و دور سے اس کی زیارت کے لئے آتے رہتے ہیں زائرین کی کثرت کی وجہ سے کافی چہل پہل رہتی ہے ملت افغان کے نزدیک غزنی وہ سرزمین ہے جس کے خاک کے ذروں میں اسلاف کی شوکت و عظمت خوابیدہ ہے۔ اس کی نگاہ میں سلطان کا روضہ شجاعت اور طاقت کی یادگار اور سنائی کا مزار انوارِ روحانی و عرفانی کا مہبط ہے

نئے مزار کی تعمیر | مزار سنائی پر جو عمارت پیشتر بنی ہوئی تھی معلوم نہیں کس نے اور کب بنائی تھی بہر حال بلحاظ طرز تعمیر چنداں قدیم نہ تھی۔ اعلیٰ حضرت امیر حبیب اللہ خاں شہید کے عہد میں اس کی ترمیم کی گئی لیکن مرمت سے بس قدیم عمارت کی پائداری میں کچھ اضافہ ہوا حقیقت یہ ہے وہ عمارت حکیم سنائی کی جلالتِ قدر کے شایاں نہ تھی اس عصر فرخند میں جب مملکت افغانستان کے اندر نہضت ادبی کا دور شروع ہوا تو اعلیٰ حضرت شہریار جوان المتوکل علی اللہ محمد ظاہر شاہ ادام اللہ شوکتہ نے مزار سنائی پر نئی عمارت بنانے کا حکم صادر کیا تاکہ یہ تاریخی مقام اس عہد درخشاں

میں از سرِ نو عظمت حاصل کرے۔

کلام سنائی حکیم سنائی کا منظوم کلام دو حصوں میں منقسم ہے حصہ اول مثنویات پر مشتمل ہے حصہ دوم قصائد ، غزلیات اور رباعیات پر مثنویات میں مندرجہ کتابیں شامل ہیں۔

(۱) حدیقۃ الحقیقت (۲) سیر العباد (۳) طریق التحقیق (۴) عقل نامہ (۵) عشق نامہ (۶) کارنامہ بلخ (۷) بہرام و بہروز

حدیقۃ الحقیقت جس کو فخری اور الٰہی نامہ بھی کہتے ہیں حکیم سنائی کا ادبی شاہکار ہے اس میں حکم و معارف کے خزانے بھر دیئے ہیں ان الفاظ میں حدیقہ کا تعارف کراتے ہیں۔

ہر یکے بیت از و جہانِ علم ہر یکے سطر آسمانِ علم

اس کی ہر ایک بیت علم کا جہان ہے اور ہر ایک سطر علم کا آسمان

سنائی نے اس کی تصنیف پر اپنی تمام قدرت کلام صرف کر دی۔ اور فصاحت لفظ و بلاغت معنی میں حدیقہ کو اس مقام پر پہنچا دیا کہ فضلا کو یہ اعتراف کرنا پڑا کہ اس سے بہتر کتاب موجود نہیں

فضلا متفق شدند بر ایں کہ کتابے گزیدہ نیست جز ایں

فضلا اس بات پر متفق ہو گئے کہ اس سے بہتر کتاب موجود نہیں

علما حدیقہ سنائی کو علم الٰہی اور حکم و معارف میں ترجمہ قرآن کہتے ہیں سنائی حدیقہ کا تعارف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اس کتاب کے اندر اسرارِ زندگانی اور سعادت معاش و معادِ انسانی جمع کر دئے گئے ہیں اور یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ تصوف اور عرفان میں اس سے پر مغز اور بہتر کتاب نہ پیشتر رشتہ نظم میں آئی نہ اس کے بعد آئے گی۔